38

موجودہ حالات میں دُعا سے کام لو

(فرمودہ ۱۱ر اپریل ۱۹۱۹ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
"بہت سے مذاہب جن کا پتہ دُنیا میں ملتا ہے دُعا کے قائل ہیں بہت سے مذاہب سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ موجودہ مذاہب میں سے بہت ۔ بلکہ میری مراد ان کے مقابلہ میں ہے جو مٹ گئے ہیں۔ ان کی اگرچہ ہمیں پوری تفصیلیں معلوم نہیں۔ مگر ہم موجودہ پر قیاس کر کے کہہ سکتے ہیں۔
اگر ہم ان ممالک کی حالت پر غور کریں جنہوں نے کبھی تہذیب و تمدن کو دیکھا ہے تو ان میں جسقدر بھی مذاہب ہوتے ہیں۔ ان تمام میں دُعا پر خاص زور دیا گیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض نے زیادہ زور دیا ہے اور بعض نے کم اور بعض دُعا کی اصلیت اور حقیقت سے مُنکر ہو گئے ہیں اور ان میں محض دُعا کا نام رہ گیا ہے۔ یعنی بعض میں دُعا تو کی جاتی ہے مگر اس کے اثرات اور برکات کے قائل نہیں مثلاً برہمو اور آریہ دُعا کرتے ہیں۔ پرارتھنائیں کرتے ہیں مگر ان کا یقین ہے کہ دُعا نہ کچھ بگاڑ سکتی ہے اور نہ کچھ بنا سکتی ہے۔ تو ان میں دُعا کا وجود ہے۔ مگر رسم اور نام کے طور پر نہ کہ اصلیت اور حقیقت کے لحاظ سے۔
بہرحال یہ ثبوت ہے۔ اس بات کا کہ دُعا کا وجود تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے اور کوئی مذہب اس سے خالی نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ دُعا کے برکات سے محروم ہیں اور اس کی وجہ انبیاء کے سلسلہ سے منقطع ہونے کی ہے، لیکن کسی نہ کسی رنگ میں دُعا ان میں پائی جاتی ہے۔ پُرانی تاریخ کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ پہلے لوگ بھی دُعا کے قائل تھے اور آجکل کے لوگ گو اثرات کے قائل نہ ہوں۔ مگر عملاً دُعا کرتے ضرور ہیں۔
اسلام کو دیگر مذاہب پر جس طرح اور باتوں میں خصوصیتیں حاصل ہیں۔ اسی طرح دُعا کے بارے میں بھی

ایک فوقیت ہے اور وہ یہ کہ اسلام نے نہ صرف دُعا کے ایسے گر بتائے ہیں۔ جن پر عمل کر کے انسان کامیاب ہوسکتا ہے اور نہ صرف یہ کہ اس میں دُعا پر خاص زور دیا گیا ہے اور نہ صرف یہ کہ اسلام نے ہر موقعہ کی دُعا کے لیے بہترین سے بہترین الفاظ انتخاب کر کے رکھدیئے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ دن کے تمام حصّوں کے متعلق دُعائیں تلقین کی گئی ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ اسلام اپنی دُعا کے نتیجہ میں زندہ نشان دکھاتا ہے بلکہ ان تمام باتوں کے علاوہ اسلام میں دُعا کے بارے میں ایک اور خصُوصیت ہے اور وہ یہ کہ اسلام کی بنیاد ہی دُعا پر ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نتیجہ اس دُعا کا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی کہ اے خدا ایک ایسے نبی کو پیدا کرنا جو ان ان خوبیوں والا ہو[1]۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔

پس اسلام اور دیگر مذاہب میں دُعا کے بارے میں ایک فرق ہے۔ اگرچہ اور بھی اسلام اور دیگر مذاہب میں فرق ہیں۔ مگر وہ ایسے ہیں کہ خاص خاص اوقات میں وہ باتیں اور نشانات دیگر مذاہب بھی رکھتے تھے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی بنیاد دُعا پر ہے اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ اسلام دُعا ہے۔ اور دعا اسلام ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہیں۔ دعا اور اسلام جدا نہیں ہو سکتے۔

اسلام کیا ہے۔ اپنے آقا اپنے مولا اپنے خدا کی فرمانبرداری کرنا اور مسلمان وہ ہے جس کی نظر ہر وقت اپنے آقا کے احکام کی طرف ہو۔ جو خدائی ارشاد ہو اس کو قبول کرے اور جب بندہ پُکارے تو ادھر سے اس کو جواب ملے۔

مگر افسوس ہے کہ بہت لوگ اس کی حقیقت سے واقف نہیں۔ عام طور پر رواج کے مطابق دُعائیں کرتے ہیں، لیکن نہیں یقین کرتے کہ ان کا کچھ اثر بھی ہوتا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ کس غرض سے دُعا کرتے ہیں۔ اور نہیں معلوم کرتے کہ کیوں ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔ نماز میں دُعائیں پڑھتے ہیں۔ مگر غور نہیں کرتے کہ ان دُعاؤں کا کیا مطلب اور مقصد ہے۔

غرض جو چیز اسلام کی جان ہے اور جو چیز اسلام کی بنیاد ہے اور جو اسلام کے ساتھ ایسی پیوست ہے کہ جُدا نہیں ہوسکتی۔ اس سے مسلمان جُدا ہو گئے۔ اور اس سے ہی جُدا نہیں ہوئے۔ بلکہ اسلام سے جُدا ہو گئے۔ کیونکہ جو اس سے جُدا ہوتا ہے۔ وہ اسلام سے جُدا ہوتا ہے۔ پس لوگوں نے دُعا کو چھوڑ کر

---

[1] سورۃ البقرۃ : ۱۳۰

اسلام کو چھوڑ دیا۔ اس کے متعلق یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ مسلمانوں نے پہلے اسلام کو چھوڑا یا دُعا کو چھوڑا۔ جس طرح یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ مرغی پہلے ہوئی یا انڈا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں بتایا جاسکتا کہ دُعا چھوڑنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلام کو چھوڑ دیا۔ یا اسلام کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے کہ دُعا کو چھوڑ دیا۔

لیکن جو شخص اسلام کو مضبوط پکڑے ہوئے ہے وہ دُعا کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اور جو دُعا کو نہیں چھوڑتا وہ اسلام کو نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ دُعا وہ چیز ہے جس سے انسان زندہ خدا کو پاسکتا ہے اور دعا ہی وہ چیز ہے جو زندہ خدا کو سامنے کھڑا کر دیتی ہے۔ ورنہ اگر دُعا کو چھوڑ دیا جاتے تو انسان کو زندہ خدا نہیں مل سکتا۔ بلکہ اس کا خدا مُردہ ہوجاتا ہے۔ مگر یہ موت ظاہری موت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک اور قسم کی موت ہوتی ہے۔ یوں ظاہری موت سے تو خدا کے انبیاء فوت ہوتے ہیں۔ ان کا جسم زمین میں چلا جاتا ہے۔ مگر ان کی موت ہلاکت کی موت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ مرنے کے بعد بھی ہمیشہ کے لیے زندہ ہوتے ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت

(سورۃ العصر)

کہ انسان گھاٹے اور ہلاکت میں ہے۔ مگر مومن انسان ہلاکت میں نہیں ہے۔ پس جب معمولی مومن نہیں مرتا۔ تو خدا کے انبیاء بدرجہ اولیٰ نہیں مرتے۔ کیونکہ اگر وہ مرجائے تو ان سے کوئی محبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ مُردے سے کسی کو محبت نہیں ہوتی۔ لیکن جس طرح خدا زندہ ہے اسی طرح خدا کے ساتھ تعلق رکھنے والے بھی زندہ رہتے ہیں۔ ان کے مرنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اس جہان سے علیحدہ اور الگ ہوجاتے ہیں۔ نہ کہ وہ مرجاتے ہیں۔ مرتے وہی ہیں جن کے نام ونشان مٹ جاتے ہیں مثلاً ابوجہل مرگیا۔ کیونکہ اس سے کوئی محبت رکھنے والا نہیں ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور حضرت موسیٰ زندہ ہیں کیونکہ ان سے محبت کرنے والے موجود ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ لہٰذا ان سے محبت ہوسکتی ہے۔ تو خدا سے دعا کرنا تعلق زندگی پیدا کرتا ہے ورنہ دُعا کے بغیر خدا کا بھی ثبوت نہیں۔ اور اس شخص کے لیے جو دُعا کو بے اثر اور بے نتیجہ کہتا ہے خدا مرجاتا ہے۔ وہ مذاہب جو دُعا کرتے ہیں مگر دُعا کی برکات کے قائل نہیں ہیں وہ مُردہ ہیں۔ اور خشک ہوگئے ہیں۔ ان کے پیرو اگر اس وقت دعا سے کام نہیں لیتے یا دُعا پر اعتقاد نہیں رکھتے تو وہ معذور ہیں، لیکن کوئی مسلمان معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ کیونکہ اسلام وہ مذہب ہے جو زندہ نشان دیتا ہے اور دکھاتا ہے کہ دُعا کے اندر بڑی بڑی برکات ہیں کہ زندہ خدا کو وہ دکھا

دیتا ہے۔

پس مومن کو کبھی دُعا سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ آجکل اس قدر جلد جلد حالات بدل رہے ہیں کہ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کی اس پیشگوئی کے متعلق جس میں دُنیا میں زبردست زلزلہ کے آنے کی اطلاع دی گئی تھی۔ کہا کرتے تھے کہ زلزلہ اگر یورپ میں آیا ہے تو آتے۔ ہندوستان میں کہاں ہے۔ آج وہ دیکھ لیں کہ ہندوستان کی کیا حالت ہے پھر وہ لوگ جو کہتے تھے کہ جب تک اس ملک میں زلزلہ نہ آئے۔ اس وقت تک اس پیشگوئی کو نہیں مان سکتے۔ آج ان کے گھروں کے سامنے خون بہہ رہے ہیں اور آج ان کے گھروں کے سامنے زلزلہ آگیا۔

مَیں نے ۱۹۱۴ء میں ایک اشتہار بنگالی میں دیا تھا جس میں بتایا تھا کہ مسیح موعود آگیا۔ اس کو قبول کرو۔ بنگال سے بعض خط میرے پاس آئے کہ تم کہتے ہو کہ مسیح موعود آگیا۔ حالانکہ مسیح موعود اُس وقت تک نہیں آسکتا جب تک مسلمانوں کی حکومتیں مٹ نہ جائیں۔ اس کے تھوڑے ہی دن بعد جنگ شروع ہوگئی۔ اور ترک جرمنوں کے ساتھ مل گئے۔ اُس وقت مَیں نے کہا اگر پہلے خیال بھی ہوسکتا تھا کہ شاید جرمن جیت جائیں گے تو اب جبکہ ترک ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ ان کی شکست یقینی ہے۔ کیونکہ خدا نے جس قوم کی شکست کو مقدر کر دیا ہو وہ جس کے ساتھ بھی شامل ہوگی اُسکو بھی لے ڈوبے گی چنانچہ مَیں نے انہی دنوں میں ایک خطبہ میں اعلان کیا کہ اب وہ بھی (ترک بھی) باقی نہیں رہیں گے۔ چنانچہ اب ان کی جو حالت ہو رہی ہے۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ تو دشمن نے کہا تھا کہ جنگ اگر زلزلہ ہے۔ تو ہمارے ملک میں نہیں آیا۔ خدا نے اس ملک میں بھیج دیا۔ دشمن کہتے تھے کہ جب تک ترک تباہ نہ ہوں مسیح موعود نہیں آسکتا۔ خدا نے ایسا ہی کر دیا۔ اور جس جس رنگ میں اعتراض کیا گیا۔ خدا نے اسی طرح اس کا دندان شکن جواب دیا۔ لیکن ہمارے لیے یہ عبرت کا موقعہ اور خدا کے حضور گریہ و زاری کرنے کا مقام ہے تاکہ یہ تغیرات ہمارے لیے خدا کے فضل کے ماتحت برکات کا موجب ہوں اور کسی ابتلاء کے سبب نہ ٹھہریں۔ پس یہ وقت غفلت کا نہیں ہے بلکہ یہ وقت خدا تعالیٰ کے حضور گِر گِر عاجزی اور انکساری سے دُعائیں کرنے کا ہے۔ کیونکہ خدا کے ابتلاء کا برداشت کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ بعض لوگ خیال کیا کرتے ہیں کہ مشکل سے مشکل ابتلاء کو برداشت کرلیں گے۔ لیکن وقت پر وہ چھوٹے سے چھوٹے ابتلاء کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ پس خدا کے ابتلاؤں۔ عذابوں سے بے خوف نہیں ہونا چاہیئے بلکہ جہاں تک ہو سکے ان سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیئے اور دُعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس نازک وقت میں ہمیں صحیح طریق پر

جو اس کے علم میں بہتر ہو چلنے کی توفیق دے اور اگر کوئی آفت آن پڑے تو اُس کو بہادری سے
برداشت کرنے کی توفیق بخشے۔ ہمارے جو بھائی دُور دُور مختلف علاقوں میں ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ
ہر طرح کی بلاؤں اور ابتلاؤں اور آفتوں سے بچائے اور اپنی رحمت اور برکت کو ہم پر نازل کرے۔
آمین ۞ (الفضل ۳؍ مئی ۱۹۱۹ء)